

• حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

جنگلوں کا اصل ذمہ دار کون؟

ایک اہم خطاب جو ملک و ملت کو آج بھی دعوت فکر دے رہا ہے

آوے کا آواگزار ہوا ہے: حضرات! مجھے آپ سے جس مسئلہ پر کچھ کہنا ہے، وہ ہمارا آپ کا مشترک مسئلہ ہے۔ مسائل بہت ہیں، ایک ایک مسئلہ کو الگ الگ پھنکھل سوچیں تو بہت دیر لگے گی اور بات بہت دور پہنچ جائے گی۔ یہ زندگی کا بڑے دردناک سانحہ ہے کہ یہاں ”آوے کا آواہی بگڑا ہوا ہے“ اسکی خرابی کی جڑ کیا ہے اس پر ہاتھ رکھنا ہے۔ آپ میونسپلٹی کے واٹر ورکس (Water Works) کے نظام سے واقف ہیں اگر یہاں نلوں سے خراب پانی آنے لگے جو معدہ کو خراب کرے اور اس میں بیماریوں کے جراثیم ہوں تو ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے گھر کے نل میں کپڑا باندھ لے، چھان کر پئے یا ابال کر پئے، لیکن ہوشیاری یہ ہے کہ واٹر ورکس کو صاف اور درست کرنے کی فکر کی جائے، شہر کے منتظم سے درخواست کی جائے وہ اسے درست کرے، ہم اگر کپڑا باندھ کر یا چھان کر پی لیں تو بہت سے راستے چلتے ناواقف پیاسے ہوتے ہیں منہ لگا دیتے ہیں ان کی حفاظت کا کیا طریقہ ہے آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ اس میں کون سا طریقہ درست ہے؟

آج انسانیت کا واٹر ورکس خراب ہو گیا ہے، جہاں سے زندگی اُلتی ہے، وہ دہانہ خراب ہو گیا ہے، زندگی کے بجلی گھر میں خرابی آگئی، جہاں سے سارے شہر میں بجلی تقسیم ہوتی ہے، انسانیت گھلتی پگھلتی جا رہی ہے، چور بازاری، رشوت ستانی، دھوکہ بازی کا دور دورہ ہے، آج کا انسان سب گندگیوں میں مبتلا ہے، آج کے فکر مند انسان ان نتائج پر جھنجھلا رہے ہیں لیکن غصہ کس پر اتارا جائے اور اس کا ذمہ دار کس کو سمجھا جائے؟

اصل مجرم کون ہے؟ آپ تو انسان ہیں، جانور بھی اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کہ ان کا دشمن کون ہے، کتا بھی مارنے والے ہاتھ پر دوڑتا ہے، ڈھیلے سے نہیں الجھتا، گدھے کی بے وقوفی ضرب المثل ہے، اسے ڈھیلا ماریے تو وہ مارنے والے ہی کے پیچھے غصہ میں دوڑے گا، وہ سمجھتا ہے، خرابی کی جڑ اور مصیبت کا سرچشمہ کہاں ہے، ہم آپ جانور سے بھی گئے گزرے، شیشہ کے کھل میں رہتے ہیں، چاروں طرف سے ڈھیلے برس رہے ہیں، ایک ہاتھ ہے جو برسار رہا ہے، ہمیں وہ ہاتھ نظر نہیں آتا، ڈھیلے پر غصہ اتار رہے ہیں، وہ ہاتھ مطمئن ہے کہ نظر سے اوجھل ہے، اور دل کھول کر ڈھیلے برس رہا ہے۔ بڑے بڑے لال بھلو ڈھیلوں میں مارے ہوئے ہیں، انسانیت کے سدھار کے غور و فکر میں عام مفکرین کا یہی

حال ہے، ہر ایک کے سوچنے کا طریقہ ہوتا ہے۔

پیغمبروں کے سوچنے کا طریقہ: ہمارے سوچنے کا طریقہ پیغمبروں کا طریقہ ہے، ہم پورے غور و فکر

اور کافی تجربے کے بعد بالکل مطمئن ہو گئے ہیں کہ پیغمبر سبکی ہوئی انسانیت کے مسائل کو جس انداز سے حل کرتے ہیں، وہی صحیح طریقہ ہے، جب اس طرز پر اس بنیاد پر کام ہوا، انسانیت کے دل کی پھانسیں چن چن کر نکل گئیں، آنکھوں کی سونیاں خود بخود باہر ہوئیں، ایسی محبت کا زمانہ آیا کہ سب طرف آرام و اطمینان ہو گیا، قرآن کہتا ہے کہ ہر ملک اور ہر قوم میں خدا کا راستہ بتلانے والے آئے، ان کی تعلیمات پر زمانہ کے پردے پڑ گئے، کچھ ہمیں علمی غرور بھی ہو گیا، ہم پڑھ لکھ گئے، اس لئے ہمیں ہزار دو ہزار برس پہلے کے طریقہ کار فرسودہ معلوم ہوتے ہیں، اور اس طریقہ پر سوچنا ہمارے لئے عار سا بن گیا ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ سورج سب سے پرانا ہے، نئی روشنی والے پرانے سورج سے آنکھیں نہیں بند کر سکتے، ہم نے پیغمبروں کا طریقہ اپنایا، ہم نے انسانیت کے سدھار کا مسئلہ ان سے سیکھا۔

خود غرضی اور بد اخلاقی کا مون سون: وہ بتلاتے ہیں کہ ہر چیز کا ایک مادہ ہوتا ہے۔ اگر کسی چیز کا سلسلہ کوئی

بند کرنا چاہے، اور اس کے نتائج سے بچنا چاہے تو اس کو کوشش کرنی چاہیے کہ اس کا مادہ ہی نہ پیدا ہونے پائے، آپ کو ایک عام فہم مثال دوں، گرمیوں میں سمندر میں اخراجات پیدا ہوتے ہیں، وہ اخراجات اٹھتے ہیں، گرمی سے وہ تحلیل ہوتے ہیں، پہاڑوں سے ٹکراتے ہیں، اور موسلا دھار بارش بن کر برستے ہیں، ہم مون سون کو چادر یا شامیانہ سے نہیں روک سکتے۔ آج دنیا پر بد اخلاقی کا مون سون چھایا ہوا ہے۔ یہ زرگری کا مون سون ہے، یہ خود غرضی کا مون سون ہے، دل کے سمندر سے خود غرضی کے اخراجات نفس پرستی کا شوق جب حد سے بڑھ جائے گا، عیش پرستی کی گرمی اسے گھلائے گی تو خود غرضی کا مون سون بر سے گا، جو چادروں سے روکا نہیں جاسکتا۔

اس کا علاج: دل کے مانسون کو روکنے کے لئے اللہ کا یقین مرنے کے بعد اپنے اعمال کی جواب دہی کا یقین

اور جزا و سزا کا یقین ضروری ہے، ایک ایسا شخص جو ان بنیادوں کو نہیں مانتا، اپنے پیدا کرنے والے روزی دینے والے خالق و رازق کو نہیں پہچانتا، وہ دنیا پر اقتدار حاصل کر کے اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھائے، وہ کمزوروں کا کیوں لحاظ کرے، وہ جانتا ہے کہ کوششوں سے اسے ایک موقع ملا ہے، وہ کہتا ہے، زندگی کے پورے مزے لے لو، جو لوگ کسی نہ کسی طرح اپنی چالاکی اور ہوشیاری سے اوپر آ گئے۔ وہ کیوں کسی کی بالادستی مانیں، کیوں کسی کے قانون کا احترام کریں، اور آج کا عیش کل پر کیوں چھوڑ دیں، اگر مجھے بھی معلوم ہو کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں، اور لے دے کر یہی زندگی ہے، تو پھر اس دنیا کا عیش کس دن کے لئے اٹھا رکھوں، عرب کا ایک نوجوان شاعر بڑا حوصلہ مند اور صاف گو تھا، وہ کہتا ہے، دو قبروں کے ڈھیر برابر ہیں، اچھا وہ رہا جو خوب عیش کے مزے اڑا کر گیا، اور بڑا نامراد وہ ہے، جو تکلیفیں اٹھاتا رہا، جب مرنے کے بعد دونوں کو خاک ہونا ہے اور دونوں

زندگی کا لطف اٹھایا کروں میرا حق ہے۔

دوستو! ایک پرانے شاعر کا جو خدا اور آخرت کا قائل نہ تھا، فلسفہ زندگی ہے آج ہمارے اس ترقی یافتہ دور کا بھی یہی فلسفہ زندگی ہے آج کا فلسفہ اور تعلیم بھی یہی ہے کہ کھاؤ پیو اور مست رہو جب زندگی کا یہ نظریہ بن جائے تو اس سے یہی کردار تیار ہوگا جو ہم دیکھ رہے ہیں۔

جنگوں کا ذمہ دار کون؟ موجودہ طرز زندگی میں انسانیت کی بڑائی مال داری اور مادی عروج ہے ہمارا لٹریچر ہمارا آرٹ ہمارا ادب سب یہی تعلیم دیتے ہیں کہ جس کے پاس مادی وسائل زیادہ ہوں اور جو جتنا زیادہ مالدار ہوتا ہے وہ شریف ہے، دولت مند ہے آدمی ہے، غریب آدمی ہی نہیں آج دنیا میں سارا فساد اسی طرز فکر اور اسی معیار زندگی کا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ ہر شخص جلد سے جلد مال دار بننا چاہتا ہے اور اس کے لئے جائز و ناجائز سب طریقے اختیار کرتا ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ عزت، دولت ہی سے ہے۔

گزشتہ دونوں جنگیں مال و دولت اور عزت اور وجاہت کی ہوس کا نتیجہ تھیں، نرین میں ایک ہندو دوست سے میرا تعارف کرایا گیا، وہ چھوٹے ہی کہنے لگا کہ دنیا میں سارا فساد مولویوں اور پنڈتوں کا برپا کیا ہوا ہے، ان کا پیشہ ہی یہ ہے، میں نے عرض کیا کہ جی ہاں پہلی اور دوسری جنگ مولویوں اور پنڈتوں ہی کی برپا کی ہوئی تھی، اس پر وہ خاموش ہو گئے، میں آپ سے کہتا ہوں کہ دنیا بھر کا خون پینے والے اور خون کی ہولی کھیلنے والے یہودی صفت کا رخانہ دار تھے ۱۹۱۴ء کی لڑائی میں یہودی کا رخانہ داروں کا ہاتھ تھا، ان کے اسلحہ کے بڑے بڑے کارخانے تھے، ان کو کھپانے کے لئے ان کو بڑی بڑی منڈیوں کی ضرورت تھی، ایک سوچی سمجھی اسکیم کے ماتحت انہوں نے سازشیں کیں، وارداتیں کیں، اور ملکوں اور قوموں کو لڑا دیا، ایک کارخانہ کو چلانے کے لئے انہوں نے اتنا بڑا فساد برپا کیا کہ جس میں لاکھوں جانیں ضائع ہوئیں اور ملک کے ملک تباہ ہو گئے، بس آج تو قوموں کو ٹکرانے والا جذبہ یہ ہے کہ بس ہماری تجوری بھرے اور ہمارا بول بالا ہو اور ہمارا اسکے چلے ہماری قوم سرفراز ہو، یہ بڑے پیمانہ کی خود غرضیاں سارے فتنہ و فساد کی جڑ ہیں، تہذیب یا کلچر یا زبان کا اختلاف فساد کا باعث نہیں ہوا، میں پوچھتا ہوں کیا ایک کلچر، ایک تہذیب اور ایک قومیت کے لوگ نہیں لڑے ہمارے یہاں کو رو پانڈو لڑے ہیں، جو ایک ہی خاندان کے لوگ تھے، عرب میں قبیلہ سے قبیلہ لڑا ہے۔ جس کی ایک ہی زبان اور ایک ہی کلچر تھا، افغانستان میں پٹھان پٹھان سے، پاکستان میں مسلمان مسلمان سے اور یہاں ہندوستان میں ہندو ہندو سے لڑتا ہے، اس ٹکراؤ میں نفسانی اغراض کام کر رہے ہیں، خود غرضیاں ٹکرا رہی ہیں، غرض کا مذہب ٹکرا رہا ہے۔

اندر کا لاوا باہر کو پھونک رہا ہے: پیغمبروں کا طریقہ یہ ہے کہ دل کی خرابی دور ہو، باہر جو بگاڑ ہے، وہ اندر سے پھوٹ رہا ہے، اندر کا لاوا باہر کو پھونک رہا ہے، ہم سمجھے باہر کی خرابی اندر گھس گئی ہے، اور باہر کی اصلاح میں لگ گئے، جس طرح سارے جسم پر دھواں پڑا ہے، اندر کا لاوا باہر کو پھونک رہا ہے، اندر کی خرابی کا اثر

پڑتا ہے، پرانے قصوں میں آتا ہے کہ ایک بادشاہ سیر و شکار میں اپنے ہمراہیوں سے جدا ہو گیا اور اس کو رات بڑھیا کی جھونپڑی میں گزرتا پڑی، بڑھیا نے دودھ دوا دھوہ سیروں اتر بادشاہ نے یہ ماجرا دیکھا تو اس پر ٹیکس لگانے کا ارادہ کیا، دوسرے وقت بکری کا دودھ کم ہو گیا، بادشاہ وہیں بیٹھا تھا، بڑھیا اس کو پہچانتی نہیں تھی، بڑھیا نے بڑے افسوس سے کہا کہ آج بکری کا دودھ کم ہو گیا، شاید بادشاہ کی نیت میں فتور آ گیا۔

انسان اس دنیا کا بادشاہ ہے، اس کی نیت میں فتور آ گیا، اس کا دل بگڑ گیا اس لئے یہ سب فساد اور خرابی نظر آ رہی ہے، پیغمبر کی نظر بہت گہری ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ دل کا پاپ دھو، دلوں کو مانجھو، دل ٹھیک کر، دل کا بگاڑ ہی تو ہے کہ ہوا، چور بازاری شروع ہو گئی، اور جب قیمتوں کا کنٹرول ہوا تو سامان مفقود ہو گیا، اور لوگ ضرورت کی چیزوں کو ترسے گئے، جب تک انسان کا پانی من درست نہیں ہوتا، کچھ نہیں ہوتا، کمیوزم نے بھی اس حقیقت کو نظر انداز کیا کہ بگاڑ اندر سے شروع ہوتا ہے، وہاں بھی من کی کوئی فکر نہیں کی گئی، مزدور فاقہ مستی کر رہے ہیں، وہ ان کے خون اور پسینہ پر عیش پرستی کر رہے ہیں، ان کی لاشوں پر شاندار عمارتیں تیار کر رہے ہیں، انہوں نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ہر طرف من مانی ہو رہی ہے۔

نشہ بندی کی کوشش میں امریکہ کی ناکامی: ہمارے سوسائٹی پاپی ہو گئی، اس میں ظلم کا رجحان پیدا ہو گیا، صرف شکوہ گلہ سے دنیا کی اصلاح نہیں ہو سکتی، دل صرف خدا کے خوف سے سدھر سکتا ہے، وہ صرف پیغمبروں کے بتلائے ہوئے طریقہ سے درست ہو سکتا ہے، اگر محض علم و ادب یا آرٹ اور سائنس سے درست ہو سکتا ہے تو یورپ کا من پاپ سے بالکل پاک ہوتا، امریکہ میں نشہ بندی کا منصوبہ بنایا گیا، اس کے خلاف محاذ جنگ قائم ہوا، امریکہ نے کروڑوں روپے پانی کی طرح بہائے، ایک زبردست مہم چلائی گئی اور ایڑی چوٹی کا زور شراب بند کرنے پر لگا دیا گیا، اس کے خلاف اتنا زبردست اور وسیع لٹریچر تیار کیا گیا کہ اگر سب اخبارات، اشتہارات اور میگزینوں کو پھیلایا جائے تو کئی میل تک پھیل جائے، لیکن جتنی کوشش کی گئی امریکہ کی مہذب اور تعلیم یافتہ قوم کو اس کی اور زیادہ ضد ہو گئی، شراب کا استعمال پہلے کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہو گیا، آخر حکومت نے عاجز آ کر قوم کے ارادہ اور ضد کے مقابلہ میں ہار مان لی اور قانون واپس لے لیا، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ خارجی انتظامات اور دماغ کے راستہ سے جو کوششیں کی جاتی ہیں، وہ ناکام رہتی ہیں، اور کوئی بڑا نتیجہ نہیں پیدا کرتیں، امریکہ کی پڑھی لکھی اور مہذب دنیا نے لٹریچر اور ادب کے معقول اور روزنی دلائل کی ذرا پروا نہیں کی اور اپنے نفس اور خواہش کا ساتھ دیا۔

ملک کے لئے سب سے بڑا خطرہ: اس ملک میں جو اخلاقی انارکی پھیلی ہوئی ہے۔ وہ یہاں کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے، افسانے اخلاق سوز باتیں پھیلا رہے ہیں، ہماری نئی نسلوں کو حیا سوز انکشن دیئے جا رہے ہیں، سینما کے پردوں پر پاپ دکھایا جا رہا ہے، اخبار اور رسالے پاپ کی کھلم

کھلا تبلیغ کر رہے ہیں۔ اور اس کا کوئی توڑ نہیں، ہم صفائی سے علی الاعلان کہتے ہیں، ہمیں آزادی ملی اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ لیکن اگر ہم اخلاق پر کنٹرول نہیں رکھ سکتے تو آزادی بھی قائم نہیں رہ سکتی۔

پیغمبروں کے پیدا کئے ہوئے اخلاق: پیغمبروں کی تعلیم سے جو اخلاق بنتے ہیں، وہ مستقل اور مصلحت اندیشی سے پاک ہوتے ہیں، نفع ہو یا نقصان، جان جائے یا رہے، وہ اعلیٰ اخلاق کو نہیں چھوڑتے، آنحضرت ﷺ کی تعلیم سے ایسا ذہن بنا تھا کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؓ جو اس وقت متمدن دنیا کے سب سے بڑے فرمانروا تھے، ایک رات حکومت کا کام کر رہے تھے، سرکاری چراغ جل رہا تھا، ایک ملنے والے آگئے، وہ سلام کر کے مزاج پوچھنے لگے، انہوں نے جواب دینے سے پہلے چراغ بجھا دیا، پھر ٹھنٹا ہوا دیامنگایا، آنے والے نے جب دریافت کیا تو کہا کہ وہ بیت المال کا چراغ تھا، تم آپس کی باتیں کرنے لگے، اس لئے میں نے اسے گل کر دیا کہ اگر اس کی روشنی میں گھریلو باتیں کروں گا تو اللہ کو کیا جواب دوں گا، ایسی احتیاط کے نمونے کہیں کریملن کے حدود میں نظر آ سکتے ہیں، یہ اخلاقی قدریں اور روحانی بلندیوں ان کے خیال میں نہیں آ سکتیں، وہ زیادہ سے زیادہ اتنا سوچ سکتے ہیں، اور ان کے خیال کی پرواز یہیں تک محدود ہے کہ ہر انسان کو پیٹ بھر کھانا، دوا اور رہنے کا مکان ہو، بیگار نہ لو، خواہشات کا احترام کرو۔ وغیرہ وغیرہ

خلیفہ دوم حضرت عمرؓ جو ایران اور رومن ایمپائر کی دوزبردست شہنشاہوں کے زبردست فاتح تھے، ان کے زمانے میں قحط پڑا تو اچھی غذا اپنے اوپر حرام کر لی، وہ سرخ و سفید تھے، لیکن تیل کھاتے کھاتے ان کے چہرے کا رنگ سانولا ہو گیا۔

سب سے بڑی وطن دوستی اور ملک کی وفاداری: ہم سیدھی سادی بات یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے راستہ کی دعوت دینے آئے ہیں، ہم اس بنیاد پر انسانوں کو انسانیت کی دعوت دینے آئے ہیں، ہم اس کو سب سے بڑی وطن دوستی اور ملک کی وفاداری سمجھتے ہیں، ہم سے زیادہ کوئی اس کی خدمت نہیں کر سکتا، ہم مانتے ہیں کہ ملک کے لئے ایسا ادارے ضروری ہیں، جن سے ملک ترقی کرے، ہم ان کی تحقیر نہیں کرتے، ملک کے لئے تعلیمی اداروں، شفا خانوں، صفائی کے محکموں کی ضرورت ہے، ملک کو رسل و رسائل، دفاع اور دوسرے محکموں کی ضرورت ہے، ان سب کے باوجود ملک میں ظلم، اندھیرا اور دوسرے کے پیٹ کاٹنے کا جو طاعون پھیلتا جا رہا ہے، اسے نہ روکا گیا تو اس کی عزت، اس کا وقار، اس کی آزادی خاک میں مل جائے گی، ہم سب سے کہتے ہیں کہ یہ ملک کی سب سے پہلی ضرورت ہے، وہ تمام ادارے جنہیں میں پہلے ضروری اور مفید کہہ چکا ہوں، سب اس کے بعد آتے ہیں، ہم اس حقیقت کے پرچار کے لئے گھر سے نکلے ہیں، کوئی اور اس کام کو کرتا ہوتا تو اس کے ساتھ تعاون نہ کرتے۔

ہماری دعوت: ہم علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ ہم اس ملک میں حصہ رسد بنانے نہیں آئے تھے، ہم ان ملکوں کو چھوڑ کر جو خود دولت سے بھر رہے ہیں، ان ملکوں کو چھوڑ کر جو خود دولت سے بھر رہے ہیں، ہم ایک مشن، ایک

خدمت پر آئے تھے، ہم یہاں خدا کے بندوں کو خدا کا بندہ بنانے آئے تھے، یہاں جو مسلمان آئے تھے وہ اخلاق، محبت، خدا پرستی کا پیغام لے کر آئے تھے، انہوں نے اس ملک کو کچھ دیا لیا نہیں، وہ رہنے آئے تھے، یہاں سے جانے کے لئے نہیں آئے تھے، اگر ایسا سوچتے تو اٹالہ کی ایسی شاندار و پائیدار مسجد نہ بناتے، وہ تو خدا پرستی اور انسان دوستی کی دعوت دیتے تھے، کہاں کے عرب، کہاں کے عجم، یہ سب ہماری بنائی ہوئی خود ساختہ حدیں ہیں، ساری دنیا کے پیدا کرنے والے خالق و مالک اور رازق اور ساری دنیا کو بغیر شرکت کے چلانے والے ایک اللہ کی طرف سے وہ یہ تعلیم لائے تھے، انہوں نے دنیا سے لئے بغیر ساری دنیا کی خدمت کی، انہوں نے سچے موتیوں سے انسانیت کی جھولی بھردی اور اپنے ہاتھ خالی رکھے، اپنے بچوں کی مطلق فکر نہ کی اور اپنے کنبے کی طرف سے آنکھیں بند کر کے پیٹ پر پتھر باندھ باندھ کر لوگوں کی سیوا کی، ان کی تکلیفوں کو راحتوں سے بدل دیا، جو آغا براء میں تقسیم کیا، ضرورت مندوں کی جھولیاں بھریں، انہیں خادم اور ملازم دیئے اور اپنے بچوں کو بالکل محروم رکھا، ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ چٹائی پر لیٹے تھے، جسم پر نشانات پڑ گئے تھے، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو کہا اللہ اکبر! آپ اللہ کے رسول ہو کر اس تکلیف میں رہیں، اور دنیا کا خون چوسنے والے ظالم قاتلوں اور مسہریوں پر آرام کریں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عمر! عیش تو آخرت کا عیش ہے۔

مسلمانوں کی غلطی: ہم مسلمانوں سے کڑوی بات کہتے ہیں، ہم ان سے کہتے ہیں، تم نے ان باتوں کو مانا ہے، تمہارا ان پر ایمان ہے، تم ان اخلاق و کردار کو چھوڑ کر جانوروں کی سطح پر آ گئے، تم اپنے کردار اور عمل سے اسلام کو بدنام کرتے ہو، اس کے روشن نام کو بے لگاتے ہو، تم دنیا کو اسلامی زندگی کی جو چلتی پھرتی فلم دکھا رہے ہو، وہ بڑی افسوسناک ہے، تم نے جو زندگی کا نمونہ پیش کیا ہے۔ اس میں کون سی جاذبیت ہے، پہلے تم جس راہ سے گزر جاتے تھے، نقش چھوڑ جاتے تھے، دیر تک تمہاری خوشبو محسوس ہوتی رہتی تھی، جیسے نسیم کی خوشگوار محسوس ہوتی رہتی ہے، مسلمان جدھر سے گزر گئے گلی کو چپے معطر کر گئے، اور جہان سے چلے آئے وہاں سے سفارتیں بھیجی گئیں، کہ ہمارے ملک میں سب کچھ ہے، مسلمان نہیں ہیں، جنہیں دیکھ کر لوگ اپنی زندگی درست کریں، اور جوان کے مقدمات و معاملات میں بے لاگ فیصلہ کریں، ان کی خواہش پر مسلمان بھیجے گئے، افسوس اب تم ایسے بن گئے کہ تمہارے نہ ہونے سے ملک میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی، آج تک کسی نے اپنے ملک سے ماہرین فن، ڈاکٹروں اور دستکاروں کو نکالا ہے؟ مشرقی پنجاب میں لوہاروں کی ضرورت تھی، تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر وہ بسائے گئے، اگر تم میں اخلاقی برتری ہوتی تو اخلاقی ضرورت کا احساس مجبور کرتا کہ تمہیں ملک کی امانت سمجھ کر رکھا جائے، تمہارے دودھ والے پانی ملانے سے پرہیز کرتے، تمہارے درزی کپڑا بچانے کو عیب سمجھتے، تمہارے دستکار اور مزدور محنت سے پورا دن لگ کر کام کرتے تمہارے حاکم رشوت کو حرام سمجھتے تو دنیا کا کوئی ملک تمہاری جدائی کو گوارا نہ کرتا۔